UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222227
UNIVERSAL
LIBRARY

۷۸۶

پاکٹ ایڈیشن

رُباعیاتِ حالی

نبّاضِ قوم شمس العلما مولانا حالی پانی پتی مرحوم کی وہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رُباعیاں جن کا ہر لفظ جذبات اور دردِ قوم سے لبریز ہے اور جنکا ایک ایک مصرع نصیحت خیز و عبرت انگیز ہے

مرتبہ مسٹر حسن الدین خاموش ایرانی

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر و پبلشر
عزیزی پریس آگرہ میں چھپیں

۷۸۶

توحید

کانٹا ہے ہر اک جگر میں اٹکا تیرا
حلقہ ہے ہر اک گوش میں لٹکا تیرا
مانا نہیں جس نے تجھکو جانا ہے ضرور
بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

ایضاً

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا

توحید

طوفان میں ہے جب جہاز چکر کہاتا
جب قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا ہے جب اُٹھ جاتا
وہاں تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

ایضاً

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے ظہور
مُنکر بھی پُکار اُٹھتے ہیں تجھکو مجبور
خفّاش کو ظلمت کی نہ سوجھی کوئی راہ
خورشید کا شش جہت میں پھیلا جب نور

توحید

جب مایوسی دِلوں پہ چھا جاتی ہے
دشمن سے بھی نام تیرا جپواتی ہے
ممکن ہے کہ سُکھ میں بھول جائیں اطفال
لیکن اُنھیں دُکھ میں ماں ہی یاد آتی ہے

ایضاً

مٹی سے، ہوا سے، آتش و آب سے یہاں
کیا کیا نہ ہوئے بشر پہ اسرار عیاں
پر تیرے خزانے میں ازل سے ابتک
گنجینۂ غیب میں اسی طرح نہاں

توحید

ہستی سے ہے تیری، رنگ و بو سب کیلئے
طاعت میں ہے تیری آبرو سب کیلئے
ہیں تیرے سوا سارے سہارے کمزور
سب اپنے لئے ہیں اور تو سب کیلئے

ایضاً

کیا ہوگی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیاد
دُنیا میں نہیں ہے ایک دل جو کہ ہو شاد
پر، جو کہ ہیں تجھ سے لو لگائے بیٹھے
رہتے ہیں ہر ایک رنج و غم سے آزاد

نعت

زہّاد کو تو نے محوِ تمجید کیا
عشّاق کو مستِ لذّتِ دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کی ساجھی کوئی
توحید کو تو نے آکے توحید کیا

ایضاً

بطحائے عرب کو محترم تو نے کیا
اور اُمیّوں کو خیرِ اُمم تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا روم و تتار
بچھڑے ہوئے گلّے کو بہم تو نے کیا

نعت

بطحا کو ہوا تیری ولادت سے شرف
یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف
اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر
آبا کو بھی ہے تیری اُبُوّت پہ شرف

صُلحِ کُل

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں
شر سے بچیں اور شر کی عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنّم دُنیا
وہ آئیں اور اِس بہشت کی سیر کریں

ترکِ شعرِ عاشقانہ

بلبل کی چمن میں ہم زبانی چھوڑی
بزمِ شعرا میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دلِ زندہ تو نے ہمکو چھوڑا
ہم نے بھی تِری رام کہانی چھوڑی

پیرانِ زندہ دِل

خوش رہتے ہیں دُکھ میں کامرانوں کیطرح
ہیں ضعف سے لڑتے پہلوانوں کیطرح
دِل اُنکے ہیں، ظرف اُنکے، جو کرتے ہیں تیر
ہنس بول کے پیری کو جوانوں کیطرح

نیکی اور بدی پاس پاس ہیں

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت
ہوں نیکیوں پر اپنے نہ مغرور بہت
نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص
نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دُور بہت

اِمتحان کا وقت

زاہد کہتا تھا جان ہے دیں پر قربان
پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہ کہئے اب کیا ہے صلاح
فرمایا کہ "بھائی جان جی ہے تو جہان"

عشق

ہے عشق طبیب دِل کے بیماروں کا
یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا
ہم کچھ نہیں جانتے، پر اتنی ہے خبر
اِک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

نیکوں کی جانچ

نیکوں کو نہ ٹھرائیو بد اے فرزند
ایک آدھ ادا اُن کی اگر ہو نہ پسند
کچھ نقص انار کی لطافت میں نہیں
ہوں اسمیں اگر گلے سڑے دانے چند

زُود رنجی

تا زیست وہ محوِ نقشِ قدم موہوم رہے
جو طالبِ دوستانِ معصوم رہے
اصحاب سے بات بات پر جو بگڑے
صحبت کی وہ برکتوں سے محروم رہے

جوانی اور شرابِ عنوانی

ہو بادہ کشی پر نہ جوانو مفتون
گردن پہ نہ لو عقلِ خداداد کا خون
خود عہدِ شباب اک جنوں ہے اب تم
کرتے ہو فزوں جنون پہ اک اور جنون

غرور سب عیبوں سے بُرا ہے

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دُور
پر عیب سے بچئیے تا بمقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو
گھٹنے سے کہیں اُن کے نہ بڑھ جائے غرور

گفتار و کردار میں اختلاف

جو کرتے ہیں کچھ، زباں سے کہتے ہیں وہ کم
ہوتے نہیں ساتھ جمع دَم اور قدَم
بڑھتا گیا جسقدر کہ حُسن گفتار
بس اُتنے ہی گھٹتے گئے کردار میں ہم

شرط قبول

ممکن ہے کہ جوہر کی نہ ہو قدر کہیں
پر قدر کہیں بغیر جوہر کے نہیں
عنبر کو نہ لیں مفت، یہ امکاں ہے مگر
عنبر کی جگہ نہ لے گا کوئی سگیں

طالب کو سوچ سمجھ کر پیر بنانا چاہیے

ہوں یا نہ ہوں پیر اہل عرفان و یقیں
پر ڈر ہے کہ طالب نہ ہوں ناداں کہیں
گاہک کو ہے احتیاج چار آنکھوں کی
اور ایک کی بھی بیچنے والے کو نہیں

عالم و جاہل میں کیا فرق ہے

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہمسر
آتا نہیں فرق اسکے سوا اُن میں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا
جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنے خبر

موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنسکر
باقی نہ رہیگا کوئی انسان میں عیب
ہوجائینگے جہل جہلا کے سب عیب ہنر

مسرف کو کیونکر فراغت حاصل ہو سکتی ہے

اِک منعمِ مسرف نے یہ عابد سے کہا

کر میرے لئے حق سے فراغت کی دُعا

عابد نے کہا یہ ہاتھ اُٹھا کر سوئے چرخ

محتاج کر اِس کو جلد یا ربِ خدا

کام کی جلدی

یہاں رہنے کی مہلت کب کوئی پاتا ہے

آتا ہے اگر آج تو کل جاتا ہے

جو کرنے ہیں کام اُن کو جلدی بھگتاؤ

طلبی کا پیام وہ چلا آتا ہے

غرض

ہر نفس میں انسان کے جبلّی یہ مرض
ہر سعی پہ ہوتا ہے طلبگار عوض
جو خاص خدا کے لئے تھے کام گئے
دیکھا تو نہاں اُن میں بھی تھی کوئی غرض

انقلاب روزگار

بس بس کے ہزاروں گھر اُجڑ جاتے ہیں
گڑ گڑ کے عَلَم لاکھوں اُکھڑ جاتے ہیں
آج اِسکی ہے نوبت تو کل اُسکی باری
بن بن کے یونہی کھیل بگڑ جاتے ہیں

تقاضائے سِن

حالؔی کو جو کل فسردہ خاطر دیکھا
پوچھا باعث، تو ہنسکے یوں فرمایا
رکھو نہ اب اگلی صحبتوں کی امّید
وہ وقت گئے، اب اور موسم آیا

جس کو زندگی کا بھروسہ نہیں وہ کوئی بڑا کام نہیں کرسکتا

دُنیائے دنی کو نقشِ فانی سمجھو
رودادِ جہاں کو اِک کہانی سمجھو
پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا
ہر سانس کو عمرِ جاودانی سمجھو

آثارِ زوال

آبا کو زمین و ملک پر اطمینان
اولاد کو سستی پہ قناعت کا گمان
بچے آوارہ اور بیکار جوان
ہیں ایسے گھرانے کوئی دن کے مہمان

شانِ ادبار

صحرا میں جو پایا ایک چٹیل میدان
برسات میں سبزہ کا نہ تھا جس پہ نشان
مایوس تھے جس کے جوتنے سے دہقان
یاد آئی ہمیں قوم کے ادبار کی شان

علامتِ نفاق

ہر بزم میں آفریں کے لایق ہونا
شیریں سخنی سے شہد فایق ہونا
ممکن نہیں جبتک کہ نہ ہو دلمیں نفاق
آسان نہیں مقبولِ خلایق ہونا

مسلمانونکی بے مہری

جبتک کہ نہ ہو دشمنِ اخواں پکّا
ہوتا نہیں مومن کا اب ایماں پکّا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے
سُنتے ہیں کسی کو جب مسلماں پکّا

مکر و ریا

حالیِ رہِ راست جو کہ چلتے ہیں سدا
خطرہ اُنہیں گرگ کا نہ ڈر شیروں کا
لیکن اُن بھیڑیوں سے واجب ہے حذر
بھیڑوں کے لباس میں جو ہیں جلوہ نما

جوہرِ قابلیت

ہیں بے ہنروں میں قابلیت کی نشاں
پوشیدہ ہیں وحشیوں میں اکثر انساں
عاری ہیں لباسِ تربیت سے ورنہ
ہیں طوسی و رازی اِنہیں شکلوں میں نہاں

توصیفِ علم

اے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال
غائب ہوا تو جہاں سے وہاں آیا زوال
اُن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح
جن قوموں نے ٹھرایا تجھے راس المال

ایضاً

اے علم کلیدِ گنجِ شادی تو ہے
سرچشمۂ نعماو ایادی تو ہے
آسایشِ دو جہاں ہے سایہ میں ترے
دُنیا کا وسیلہ دین کا ہادی تو ہے

توصیف علم

ہے تجھسے نہال جیسی مغرب کی زمیں
مشرق کو وہ فیض تجھسے اے علم نہیں
شاید اے علم ماہ نخشب کی طرح
رہتی ہیں شعاعیں تری محدود وہیں

خاندانی عزّت

بیٹا نکلے نہ جبتلک ذلّت سے
عزّت نہیں اُسکو باپ کی عزّت سے
سوچو تو ہے کہمات کا نسب بہی عالی
پر اُسکو شرف نہیں کچھ اِس نسبت سے

عزّت کس چیز میں ہے

دولت نے کہا مجھ سے ہی عزت ہے جہاں
فرمایا ہنر نے میں ہوں عزّت کا نشان
عزّت بولی غلط ہے دونوں کا بیان
میں بھید ہوں حق کا جو ہے نیکی میں نہاں

توقع بیجا

ہیں یار رفیق، پر مصیبت میں نہیں
ساتھی ہیں عزیز، لیک ذلّت میں نہیں
اُس بات کی انساں سے توقع ہے عبث
جو نوع بشر کی خود جبلّت میں نہیں

عقل اور دوستی متضاد ہیں

ہے عقل میں جسقدر کمی اور بیشی
اُتنی ہی مغایرت ہے یہاں اور خویشی
وہ دوست نہیں جس نے کیا فکر مآل
ضدیں ہیں دوستی و دوراندیشی

عیش و عشرت

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے
ہر قہقہہ پیغام بکا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہوں میں
کہتا ہوں کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

عیش و عشرت

اے عیش و طرب تمنے جہاں راج کیا
سلطان کو گدا غنی کو محتاج کیا
ویراں کیا تم نے نینوا اور بابل
بغداد کو قرطبہ کو تاراج کیا

غیبت

رونق ہی ہر اک بزم کی اب غیبت میں
بدگوئی خلق ہے ہر اک صحبت میں
اوروں کی برائی ہی پہ ہی فخر وہاں
خوبی کوئی باقی نہیں جس امت میں

ہا عشق

اے عشق کیا تو نے گھرانوں کو تباہ
پیروں کو خراب اور جوانوں کو تباہ
دیکھا ہے سدا سلامتی میں تیری
قوموں کو ذلیل، خاندانوں کو تباہ

سببِ زوالِ سلطنت

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
سمجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم
یا تو کوئی بیگم ہے مشیرِ دولت
یا ہے کوئی مولوی وزیرِ اعظم

دین و دنیا کا رشتہ

دُنیا کو دیئے دین نے اسرار و حکم
دُنیا نے کمر دین کی تھامی جب دم
گو دین کی ممنون بہت ہے دُنیا
دُنیا کے بھی احسان نہیں دین پہ کم

آزادگانِ راستباز کی تکفیر

یاروں میں نہ پایا جب کوئی عیب گناہ
کافر کہا واعظ نے اُنہیں اور گمراہ
جھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جس وقت
لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

بے پروائی اور بیغیرتی

اسباب پہ گر نظم جہاں کا ہے مدار
اُس قوم کا جیتنا ہے عالی دشوار
عزت کی نہیں ہے جس کو ہرگز پروا
ذلّت سے نہیں ہے جسکو ہرگز کچھ عار

عفو باوجود قدرتِ انتقام

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بارِ خدا
مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

سختی کا جواب نرمی ہے

فتنے کو جہاں تلک ہو دیجے تسکیں
زہر اُگلے کوئی تو کیجیے باتیں شیریں
غصّہ غصّے کو اور بھڑکاتا ہے،
اِس عارضہ کا علاج بالمثل نہیں

ہمّت

تیمور نے اک مورچہ زیرِ دیوار
دیکھا کہ چڑھا دانے کو لیکر سَو بار
آخر سرِ بام لیکے پہنچا تو کہا
"مشکل نہیں کوئی پیشِ ہمت دشوار"

کم ہمّتی

جبرّیہ و قدرّیہ کی بحث و تکرار،
دیکھا تو نہ تھا کچھ اسکا مذہب پہ مدار
جو کم ہمّت تھے ہو گئے وہ مجبور،
جو باہمت تھے بن گئے وہ مختار

پشیمانی

انجام ہے جو کفر کی طُغیانی کا
ثمرہ ہے وُہی غفلت و نادانی کا
لذّت سے ندامتوں کی جانا ہم نے
دوزخ بھی ہے اک نام پشیمانی کا

تاسّف

قُمرُی ہے نہ طاؤس نہ کبکِ طنّاز
آتے ہی خزاں کے کر گئے سب پرواز
تھی باغ کی یادگار اِک بلبلِ زار
سو اُس کی بھی کل سے نہیں آتی آواز

ایضًا

غالبؔ ہے نہ شیفتہؔ نہ نیّرؔ باقی،
وحشتؔ ہے نہ سالکؔ ہی نہ انورؔ باقی
حالیؔ اب اِنہیں کو بزمِ یاراں سمجھو
یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

محنت

محنت ہی کے پھل ہیں یہاں ہر اک دامن میں
محنت ہی کی برکتیں ہیں ہر خرمن میں
موسیٰ کو ملی نہ قوم کی چوپانی
جبتک نہ چرائیں بکریاں مدین میں

ترغیبِ گدائی

اِک مردِ توانا کو جو سائل پایا،
کی میں نے ملامت اور بہت شرمایا
بولا کہ ہے اس کا ان کی گردن پہ وبال
دے دے کے جنھوں نے مانگنا سِکھلایا

تکفیرِ اہلِ اسلام

کہنا فُقَہا کا مومنوں کو بے دین
سُنتے سُنتے یہ ہو گیا ہم کو یقین
مومن سے ضرور ہو گا مرقد میں سوال
تکفیر بھی کی تھی فُقَہا نے، کہ نہیں

ترکِ عاشقانہ گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سوگواری سُن لو
کچھ چشمِ جہاں میں اپنی خواری سُن لو
افسانۂ قیس و کوہکن یاد نہیں
چاہو تو کتھا ہم سے ہماری سُن لو

تنزلِ اہلِ اسلام

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر گر کے اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جذر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

اوّل کوشش اور بعد دُعا

کوشش میں ہے شرط ابتدا انساں سے
پھر چاہئے مانگنی مدد یزداں سے
جبتک کہ نہ کام دست و بازو سے لیا
پائی نہ نجات نوح نے طوفاں سے

کام کرنا جان کیساتھ ہے

ہر جان کیساتھ کام انسان کے لئے
بنتی نہیں زندگی میں، بے کام کئے
جیتے ہو تو کچھ کیجیے زندوں کی طرح
مُردوں کی طرح جیے تو کیا خاک جیے

جھوٹی نمایش

ہیں جھوٹ کے پیچ میں سب سمونیوالے
بننے والوں سے کم ہیں ہونے والے
گھڑیاں رہتی ہیں جنکی جیبوں میں مُدام
اکثر ہیں وہی وقت کے کھونیوالے

چند عیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے

موجود ہُنر ہوں ذات میں جسکی ہزار
بدظن نہ ہو عیب اُسمیں گر ہوں دو چار
طاؤس کے پائے زشت پہ کر کے نظر
کر حُسن و جمال کا نہ اُس کے انکار

سکوتِ درویش جاہل

مصروف جو یوں وظیفہ خوانی میں ہیں آپ
خیر اپنی سمجھتے بے زبانی میں ہیں آپ
بولیں کچھ مُنھ سے یا نہ بولیں حضرت
معلوم ہے ہمکو جتنے پانی میں ہیں آپ

ملحدوں کا طعن مسلمانوں پر

کہتا تھا کل اک منکرِ قرآن و خبر
کیا لیں گے یہ اہل قبلہ باہم لڑ کر
کچھ دم ہے تو میدان میں آئیں ورنہ
کُتا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

دہری کا الزام گور پرست پر

اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا
ہوگا نہ شقی کوئی جہاں میں تجھ سا
دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر
اُس سے بھی گیا کہ جسکے لاکھوں ہوں خدا

دانا کا حال نادانوں میں

کیا فرق سماعت نہ ہو جب کانوں میں
دانائی کی باتوں ہیں اور افسانوں میں
غربت میں ہو اجنبی مسافر جس طرح
دانا کا یہی حال ہے نادانوں میں

رفارم کی حد

دھونے کی ہے اے رفارمر جا باقی
کپڑے پہ ہے جب تلک کہ دھبہ باقی
دھو شوق سے دھبہ کو پر اتنا نہ رگڑ
دھبہ رہے کپڑے پہ، نہ کپڑا باقی

اپنی تعریف سُنکر ناک چڑھانا

تعریف سے کھُل جاتے ہیں ناداں فی الفور
داناؤں کے لیکن نہیں ہرگز یہ طور
ہوتے ہیں بہت وہ مدح سُنکر ناخوش
مقصود یہ ہے کہ ہو ستایش کچھ اور

حسنِ ظن اصل حال نہیں کھُلنے دیتا

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہیں،
نیکی میں شک اُس کی کوئی لایا ہی نہیں
ہو سکتا ہے راج میں بھی شاید کچھ کھوٹ
پر اُس کو کسی نے یہاں تپایا ہی نہیں

دینداروں کی برائیاں دین کو عیب لگاتی ہیں

پاتے ہیں زبون جو حالِ اہلِ اسلام
اسلام پہ طعنہ زن ہیں اقوام تمام
بد پرہیزی سے اپنی بگڑے بیمار
اور مفت میں ہو گیا مسیحا بدنام

فکرِ عقبیٰ

منزل ہے بعید باندھ لو زادِ سفر
مواج ہے بحر رکھو کشتی کی خبر
گاہک چوکس ہے لے چلو مال کھرا
ہلکا کرو بوجھ ہے کٹھن راہ گذر

انسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہو جائے فرشتہ انسان
ممکن ہے بدی کا نہ رہے اسمیں نشان
ممکن تو ہے سب کچھ، پہ حقیقت یہ ہے
انسان ہے ابتک وہی قرن الشیطان

سلاطین کا عشق

ہر چند بُرا ہے عشق کا سب کی مآل
پر حق میں ہے شاہوں کی خصوصاً بدفال
سُلطان ہے اگر ظلِّ الٰہی تو عشق،
ہے ظلِّ الٰہی کیلئے وقت زوال

وقت کی مساعدت

اے وقت بگاڑ کا ہی سب کے چارا
پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی
پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

بڑھاپے میں موت کیلئے تیار رہنا چاہئے

کی طاعتِ نفس میں بہت عمر بسر
انجام کی رکھی نہ جوانی میں خبر
کیفیتِ شب اُٹھا چکے اب حالی
مجلس کرو برخاست ہوا وقتِ سحر

دوستمیں ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہی

ڈر ہے کہ پڑے نہ ہاتھ دل سے دہونا
زردار ذرا سوچ سمجھکر ہونا
جس طرح کہ سونے کی کسوٹی ہی محک
ہے جوہر انساں کی کسوٹی سونا

حد سی زیادہ غصہ قابل عفو ہی

غصہ پہ کسی کے غصہ آتا ہے وہیں
جبتک کہ رہے وہ عقل و دانش کرویں
آپے سے جب اپنے ہوگیا تو باہر
پھر کس سی ہوں آزردہ، کہ تو تو ہی نہیں

سفہا کی مدح و ذم

کرتے ہیں سفیہہ گر مذمت تیری
کر شکر کہ ثابت ہوئی عصمت تیری
پھر مدح کریں وہ گر بجائے اعدا
رکھ یاد کہ اچھی نہیں حالت تیری

مرض پیری لا علاج ہے

اب ضعف کے پنجہ سے نکلنا معلوم
پیری کا جوانی سے بدلنا معلوم
کھوئی ہے وہ چیز جس کا پانا ہے محال
آتا ہے وہ وقت جس کا ٹلنا معلوم

۱۰

اسراف

مسرف نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں
نعمت نہ خدا کی رائیگاں یوں کھوئیں
گر بخل پہ لوگ اُنکے ہنسیں بہتر ہے
اس سے کہ فضولیوں پہ اُنکی روئیں

ردِّ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہے نہ ثواب
زیبا نہیں سائل پہ مگر قہر و عتاب
بدتر ہے ہزار درجہ اُسے دوں ہمت
سائل کے سوال سے ترا تلخ جواب

کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا

کھانے تو بہت میسّر آئے ہیں ہمیں
جو دیکھ کے چکھ کے دل سے بھائے ہیں ہمیں
پر سب سے لذیذ تھے وہ کھانے ای بھوک
جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں

علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑو کہیں مال و زر و دولت کا خیال
مہمان کوئی دن کے ہیں دولت ہو کہ مال
سرمایہ کرو وہ جمع جس کو نہ کبھی
اندیشۂ فوت ہو نہ ہو خوف زوال

اچھوں کو بُرا سُننے میں بھی مزہ آتا ہی

رکھتے نہیں وہ مدح و ثنا کی پروا
جو کرکے بھلا خلق سے سُنتے ہیں بُرا
اِن گالیوں کا ہی جنکو چسکا حالی
آتا نہیں اُن کو کچھ دُعاؤں میں مزا

شکریہ مدح کلام راقم

جوشِ خم بادہ جامِ خالی میں ہوا
پھر ولولہ پیدا دلِ حالی میں ہوا
تسلیم نے دی کچھ اسطرح دادِ سخن
مجھکو بھی شک اپنی بے کمالی میں ہوا

۱

احسان بے منت

احسان کے ہیں گر صلہ کی خواہش تمکو
تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نہ کرو
کرتے ہو گر احسان، تو کر دو اسے عام
اتنا کہ جہاں میں کوئی ممنون نہ ہو

قانون مانع بد اخلاقی نہیں ہیں

قانون ہیں بیشتر یقیناً بے کار
حاشا کہ ہو ان پہ نظم عالم کا مدار
جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت انکی
اور بد نہیں بنتے نیک ان سے زنہار

مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہیں

حق بول کے اہل شر سے اڑنا نہ کہیں
بھڑکے گی مدافعت سے اور آتش کیں
گر چاہتے ہو کہ چپ رہیں اہل خلاف
جز ترک خلاف کوئی تدبیر نہیں

ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جاتے ہیں ٹل
اک وقت سے اپنے نہیں ٹلتی تو اجل
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اٹھکر کہ حضور
ہے ٹیکس کا وقت بھی اسیطرح اٹل